بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

إنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيراً۔ أَمَّا بَعْدُ:

37- اللہ تعالیٰ کی صفات کمال میں سے چار صفات: الغضب، السخط، الکراھیۃ، البغض- حصہ دوم

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابو العباس احمد ابن تیمیہ الحرانی رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔

اور پچھلے درس میں ہم بات کر رہے تھے اللہ تعالیٰ کی ان پیاری صفات کے تعلق سے: "صفة الغضب، والسخط، والکراھیۃ، والبغض"، اور اس تعلق سے شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے پانچ آیات کا ذکر فرمایا ہے اور پہلی آیت پر ہم بات کر چکے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾(النساء:93)۔

اور اس آیت کے تعلق سے پچھلے درس میں چند اہم باتیں کر چکے ہیں اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفة الغضب کا ثبوت موجود ہے۔

اور اس مسئلے سے ایک اور مسئلہ نکلتا ہے جس کا ہم نے پچھلے درس میں ذکر کیا تھا کہ خلود سے مراد کیا ہے؟ ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ﴾ یا ﴿خٰلِدًا فِيْهَا﴾، کہ جہنم میں ہمیشہ کا عذاب تو کافر کو ہوتا ہے تو کیا قتل کرنا کفر ہے؟ اور اس کے کئی جوابات شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے بیان کیے ہیں اور چھ مختلف جوابات دیئے ہیں یاد ہیں کسی کو؟ "ستة أوجه" شیخ صاحب نے فرمایا تھا یہ پچھلے درس میں ہم بیان کر چکے ہیں۔

آج کا جو موضوع ہے جو اس سے دوسرا مسئلہ نکلتا ہے جس پر آج ہم بات کریں گے ان شاءاللہ: کیا قاتل کی توبہ ہے کہ نہیں ہے ؟ کیا قاتل کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے کہ نہیں کرتا؟اس پر ہم بات کریں گے آج ان شاءاللہ یہ بھی اسی مسئلے سے ایک فروعی مسئلہ ہے جسے شیخ صاحب نے بیان کیا ہے۔

اصل میں یہ موضوع نہیں ہے موضوع کیا ہے؟اللہ تعالیٰ کی صفۃ الضعب کا ذکر کرنا۔ لیکن اب اس آیت کریمہ میں یہ چند اہم باتیں بیچ میں آگئی ہیں اور میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ یہ جو شرح ہے شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کی ایک شامل اور کامل شرح ہے متوسط قسم کی ہے لیکن اس میں بہت سارے مسائل بھی شیخ صاحب نے شامل کر دیئے ہیں جو طالب علم کے لیے بہت اہمیت رکھتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں طالب علم کو چاہیے کہ ان مسائل کو اچھے طریقے سے سمجھ لے کیونکہ یہ سمجھنے کی باتیں ہیں۔

اب جیسا کہ پچھلے درس میں جس کا میں نے ابھی سوال کیا ہے کہ ﴿خٰلِدًا فِيۡهَا﴾ کہ جو قاتل ہے کیا ہمیشہ کے لیے جہنم کے عذاب اُسے ملتا رہے گا؟تو لفظ تو ﴿خٰلِدًا﴾ کا ہے اور "خالدین یا خالد" کا معنی جو ہے (ہمیشہ رہنے والا)،اور یہ عقیدہ جو ہے خوارج کا عقیدہ ہے۔ یہ فکر اور سوچ جو ہے یہ خوارج کی فکر اور سوچ ہے اُن کے نزدیک (نعوذ باللہ) جو کبیرہ گناہ کرنے والے ہیں جس میں (یا جن میں) قاتل بھی شامل ہے اُن کے نزدیک قتل کرنا کفر ہے اور قاتل جو ہے وہ کافر ہوتا ہے،اِسے دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتے ہیں اور اپنی اس بدعقیدگی کی دلیل بھی قرآن مجید سے لیتے ہیں (نعوذ باللہ) اور اِس آیت کریمہ کو پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَمَنۡ يَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيۡهَا﴾ تو ﴿خٰلِدًا فِيۡهَا﴾ ہمیشہ کا عذاب ہے اور ہمیشہ کا عذاب کافروں کو ملتا ہے۔

تو اُن کو اور بھی اس طریقے سے غلط فہمیاں ہیں جسے وہ ثبوت یا دلیل بناتے ہیں اُن میں سے ایک یہ غلط فہمی ہے،تو اس کا جواب شیخ صاحب نے پچھلے درس میں چھ مختلف طریقوں سے دیا ہے یاد ہے مختصراً ابھی یاد دہانی کے لیے تاکہ فنگر ٹپس (Fingertips) پر یاد ہو جائے گا آپ کو ان شاءاللہ۔

جو پہلا جواب تھا (یعنی جو اہل علم نے اس کے جوابات دیئے ہیں اہل سنت والجماعت میں سے):

1-وہ یہ ہے کہ یہ کافروں کے لیے ہے وعید مسلمانوں کے لیے نہیں ہے (یعنی اگر کافر کسی مسلمان کا قتل کرے تو اس کے لیے وعید ہے)، تو شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ جواب درست نہیں ہے کیونکہ اصل بات مومنوں کی ہو رہی ہے کافروں کی نہیں ہو رہی۔

2-دوسرا جواب یہ تھا جواب دینے والے نے یہ بھی جواب دیا ہے کہ اگر وہ کفر کو حلال سمجھ کر (کوئی مسلمان ہے قتل کو حلال سمجھ کر) کسی کا قتل کرتا ہے تب وہ کافر ہو گا تب ہمیشہ کا اسے عذاب ملے گا۔

جبکہ اگر استحلال کرتا ہے اس کے جواب یہ ہے اس کے جواب کا بھی جواب دیا ہے کیونکہ یہ جواب بھی درست نہیں ہے نظر ثانی کا مستحق ہے کہ اگر استحلال کرنے والا یعنی وہ شخص جو قتل کو حلال سمجھتا ہے اگر قتل نہ کرے تب بھی وہ کافر ہے بات تو قتل کے فعل کی ہو رہی ہے!، تو یہ جواب بھی قابل قبول نہیں ہے۔

3-تیسرا جواب جو دیا گیا تھا وہ یہ تھا کہ یہ جملہ جو ہے ﴿خٰلِدًا فِيْهَا﴾ "على تقدير شرط" بشرطیکہ ایسا ہو تو پھر، جبکہ اس شرط کا ذکر نہیں ہے۔

یعنی شرط یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے یہ سزا دینا چاہے تو اللہ تعالیٰ دے گا "اگر اللہ تعالیٰ دینا چاہے" جواب؟ کیا ہمیشہ کا عذاب جیسے کافروں کو جہنم میں ملتا ہے قاتل کو وہی ملے گا مسلمان قاتل کو؟ نہیں ملے گا۔ تو یہ جواب بھی نظر ثانی کا مستحق ہے۔

4-جو چوتھا جواب ہے کہ قتل کرنا سبب ہے جہنم میں ہمیشہ کے عذاب کے لیے لیکن اگر کوئی مانع موجود ہو تو اس سبب کا اثر باقی نہیں ہوتا۔

یعنی جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کا قتل کرتا ہے اب وہ ہمیشہ کے عذاب کا مستحق ہو گیا ہے لیکن اسے ملے گا کیوں نہیں؟ کیونکہ وہ مومن ہے۔ اگر ایمان اُس کے پاس نہ ہوتا یہ مانع نہ ہوتا تو اسے ہمیشہ کا عذاب ملتا۔ یعنی اسے ہمیشہ کا عذاب کیوں نہیں ملے گا کافروں کی طرح؟ کیونکہ اس کے پاس ایمان کا مانع موجود ہے، ایمان منع کر دیتا ہے اسے ہمیشہ کے عذاب سے۔

5-پانچواں جواب جو ہے "خالدین یا خالداً" کا لفظ جو ہے عربی زبان میں ہمیشہ کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور لمبے عرصے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں پر کیا مراد ہو گا؟ سیاق و سباق کیونکہ مومن کے لیے ہے مسلمان کے لیے

ہے اور مسلمان یا مومن کے لیے جب ہم بات کرتے ہیں تو کوئی ایسی دوسری آیات اور احادیث ہیں جن سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ ایمان کی وجہ سے اگر کوئی مومن اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں سزا بھی بھگتے گا لیکن اپنے ایمان کی وجہ سے جہنم سے خارج بھی کر دیا جائے گا۔

تو اس سے کیا مراد ہے ﴿خٰلِدًا فِيۡهَا﴾ یا ﴿خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَآ﴾ ؟ لمبے عرصے کے لیے، یعنی اتنا لمبا عرصہ ہوگا کہ دیکھنے والے کو یوں لگے گا کہ ہمیشہ کا عذاب ہے یا اُس کو خود بھی لگے گا کہ شاید مجھے ہمیشہ کا عذاب مل رہا ہے، جبکہ ایسا نہیں ہے وہ جہنم سے نکال دیا جائے گا۔

6-اور جو چھٹا جواب ہے شیخ صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ کہا جاتا ہے یہ وعید میں سے ہے اور وعید جو ہے اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے سزا نہ دے اسے نافذ نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرتا ہے، ثواب کا وعدہ جو ہے جب بھی اللہ تعالیٰ نے کیا ہے وہ پورا ہوا ہے لیکن جب سزا یا عذاب کا اللہ تعالیٰ کوئی وعدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے احسان سے اسے چھوڑ بھی دیتا ہے۔

اِن میں سے جو صحیح جواب ہیں شیخ صاحب فرماتے ہیں کون سا ہے ؟ نمبر 4 اور نمبر 5۔

چوتھا جواب کیا تھا؟: کہ یہ سبب ہے اور ایمان کا مانع موجود ہے، جب تک ایمان موجود ہے تو ہمیشہ کا عذاب نہیں ملے گا لیکن سبب اُس نے کام کر لیا ہے سبب اُس کے پاس ہے کفر کا لیکن ایمان کی وجہ سے وہ کافر نہیں ہے۔

اور پانچواں جواب: لمبے عرصے کے لیے، عربی زبان میں خالد کا لفظ جو ہے وہ لمبے عرصے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور ہمیشہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، کافر کے لیے ہمیشہ کے لیے ہوگا اور مومن کے لیے وہ لمبے عرصے کے لیے ہو گا۔

اب اگلا مسئلہ جو آج کے درس میں ہم نے بیان کرنا ہے کہ: ''مسألة: إذا تاب القاتل، هل يستحق هذا الوعيد؟'' (اگر قاتل توبہ کر لے تو کیا یہ وعید اسے لاحق ہوگی کہ نہیں ؟)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ):

"الجواب: لا يستحق الوعيد بنص القرآن"(وعید کا مستحق نہیں ہے اور قرآن مجید کا نص اس پر دلالت کرتا ہے)"لقوله تعالیٰ"(اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے)﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ...﴿٧٠﴾﴾ إلي آخر الآية(الفرقان:68-70)۔

شیخ صاحب(رحمہ اللہ)فرماتے ہیں:"وهذا واضح، أن من تاب - حتى من القتل - فإن الله تعالىٰ يبدل سيئاته حسنات" (یہ بات واضح ہے کہ قاتل بھی اگر قتل سے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بھی نیکیوں میں بدل دے گا)۔اور اس آیت میں یا ان آیات میں آپ یہ دیکھیں شرک کا ذکر ہے، قتل کا ذکر ہے اور زنا کا ذکر ہے کہ جو ایسا کرے گا اُس کے لیے شدید گناہ ہے، اور یہ فائدہ ہے:﴿...يَلْقَ أَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ...﴾(اس کے لیے عذاب دُگنا کر دیا جائے گا) ﴿يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾(قیامت کے دن)﴿وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا﴾(اور اس میں ہمیشہ رہے گا) ﴿إِلَّا مَن تَابَ﴾(مگر وہ جس نے توبہ کی ہے)﴿وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا﴾(توبہ ہے ایمان ہے اور عمل صالح ہے) ﴿فَأُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ﴾(اللہ تعالیٰ اُن کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے گا)۔

کیا اِس میں قاتل بھی شامل ہے؟ جی ہاں! قاتل بھی شامل ہے اگر وہ توبہ کر لیتا ہے﴿إِلَّا مَن تَابَ﴾استثناء ہے کہ اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو اسے یہ وعید جو ہے وہ لاحق نہیں ہوتی۔

اور پھر دوسری دلیل اس پر کہ قاتل کی توبہ جو ہے اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے صحیح بخاری کا بلکہ متفق علیہ حدیث کا جو معروف قصہ ہے جس نے ننانوے(99) قتل کیے تھے:

ایک شخص نے بنی اسرائیل میں سے ننانوے قتل کیے تھے(99 لوگوں کو قتل کیا تھا) پھر اُس کا دل تنگ ہوا اور اس نے توبہ کرنی چاہی تو کسی نے کہا کہ فلاں عابد کے پاس جاؤ(جو عبادت گزار تو تھا بزرگ تھا لیکن اہل علم میں سے نہیں تھا)، تو

جب اُس کے پاس گیا اور اُس سے کہا کہ میں نے ننانوے(99) قتل کیے ہیں اور میں توبہ کرنا چاہتا ہوں، تو اُس شخص نے کہا کہ تم نے ننانوے (99) قتل کیے ہیں تمہاری کوئی توبہ نہیں ہے، تو وہ غصے میں آیا اور اُس کا بھی قتل کر کے سو (100) پورے کر لیے۔ اب پھر کچھ عرصے کے بعد توبہ کے لیے اُس کے دل میں تڑپ پیدا ہوئی اور پھر کسی نے کہا کہ فلاں عالم کے پاس جاؤ (اہل علم میں سے تھا)، اُس کے پاس جاتا ہے اور وہ اپنا قصہ اسے سناتا ہے کہ اُس نے کس طریقے سے سو(100) قتل کیے ہیں اب وہ توبہ کرنا چاہتا ہے۔

تو اُس عالم نے علم کی روشنی میں جو پیارا جواب دیا ایک جملہ صرف دیکھیں آپ، جواب دیکھیں کتنا پیارا جواب ہے: "کہ آپ کی توبہ اور اللہ تعالیٰ کے بیچ میں کیا چیز روک سکتی ہے یا حاجز بن سکتی ہے؟! آپ توبہ کریں آپ کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول کرے گا"۔

ایک تو یہ اُس نے آسان راستہ بتادیا ہے توبہ کا پھر اُس کی رہنمائی بھی کی ہے۔ دیکھیں اہلِ علم علم کے نور سے جب بات کرتے ہیں تو پیچیدہ مسائل کیسے حل ہو جاتے ہیں، اُس کے لیے تو بڑا مسئلہ تھا! دیکھیں سو(100) قتل کر چکا ہے اور ایک جگہ سے یہ بھی خبر مل چکی ہے کہ کوئی توبہ نہیں ہے اب اُس کے لیے تو ہر طرف سے راستے بند ہو گئے ہیں اور خیر اُسے کہیں نظر نہیں آ رہا لیکن دل میں تڑپ ہے (اس لیے جب آپ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی کام کرتے ہیں ایک قدم بڑھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے راستے آسان کر دیتا ہے)، وہ مایوس نہیں ہوا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے لیکن کوئی راستہ ڈھونڈ رہا ہے کہ کہیں پر کوئی اُسے توبہ کا راستہ دکھادے اور اُسے اِس جو اُس نے گناہ کیا ہے اِس کی توبہ میں اس کا مددگار ثابت ہو تا کہ وہ اپنی اس دنیا میں بخشش کروالے۔ تو اگلا جو جملہ تھا وہ یہ تھا کہ:

"جس ماحول میں تم رہتے ہو اس ماحول نے تمہیں قاتل بنایا ہے اگر اس میں رہو گے تو اور بھی قتل کرنے کا اندیشہ ہے اس لیے فلاں بستی ہے فلاں جگہ پر ہے یہاں سے دور ہے آپ وہاں پر چلے جاؤ وہاں پر اچھے اور صالح لوگ رہتے ہیں وہاں پر اگر آپ پہنچ جاتے ہو تو آپ کی ان شاءاللہ حالت بھی بدلے گی اور ماحول میں آپ کو ایسا اچھا ماحول ملے گا کہ جہاں پر یعنی آپ اس قتل سے توبہ بھی کر سکتے ہیں اور دوبارہ آپ کو یہ موقع بھی نہیں ملے گا"۔

کیونکہ جب آپ کسی چیز کے عادی ہو جاتے ہیں آپ توبہ بھی کر لیتے ہیں پھر شیطان کے بہکاوے میں آکر پھر دوبارہ وہ گناہ ہو سکتا ہے لیکن جب آپ کو ماحول ہی وہ نہیں ملے گا اُس گناہ کا جس میں وہ شخص مبتلا تھا یا کسی مصیبت میں پڑا ہوا تھا تو پھر دوبارہ وہ گناہ کرنا زیادہ مشکل ہو جاتا ہے، تو اُس نے اُس کو آسان راستہ بتایا۔

الغرض، تو اُس شخص نے کیا کیا؟ فوراً اُس کے گھر سے نکلتے ہی اپنے گھر نہیں گیا واپس (دیکھیں سچی توبہ کہ میرے گھر میں جاؤں گا یہ کروں گا وہ کروں گا، نہیں! سیدھا) اُس نے فوراً جوں ہی گھر سے نکلا اُس عالم کے اُس نے اپنا رُخ اُس بستی کی طرف کیا، سبحان اللہ راستے میں اُسے موت آگئی۔ جب اُس کا آخری وقت تھا اُس زمین پر گر گیا تو اپنے جسم سے وہ زمین پر گھسیٹتے ہوئے یوں اپنے آپ کو آگے دھکا دیتا رہا تا کہ کچھ اور اِنچ یا کچھ اور سینٹی میٹر کچھ تھوڑا سا اور بھی حصہ ہے نا وہ اُس بستی کے قریب چلا جائے جس میں اُس نے پہنچنا تھا جس میں أهل خیر و صلاح ہے (اور یہ ہوتی ہے سچی توبہ کی نشانی کہ آپ سعی کرتے ہیں یہ نہیں کہ آپ نے صرف زبانی کلامی کہہ دیا، نہیں! آپ نے آخری دَم تک سعی کرنی ہے)، وہ شخص مر گیا، اب دیکھیں سبحان اللہ حدیث کے الفاظ کہ فرشتوں میں جھگڑا ہوا (رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے)، اب فرشتے نے روح تو قبض کر لی ہے۔

((آپ کو پتہ ہے ابو داود اور مسند احمد کی روایت میں آیا ہے کہ فرشتے جو ہیں وہ کفن لے کر آتے ہیں، ایک جنت سے فرشتے آتے ہیں رحمت کے فرشتے وہ جنت کا کفن جس میں خوشبو بھی جنت کی ہوتی ہے بڑی اچھی خوشبو ہوتی ہے اُس میں وہ روح لے کر جاتے ہیں آسمان کی طرف، اور اگر کافر ہے یا بدکار ہے تو اُس کی روح جو ہے وہ جہنم کے فرشتے جس میں بدبودار کفن ہوتا ہے وہ لے کر آتے ہیں کانٹے دار بھی ہوتا ہے اُس میں وہ روح لے کر جاتے ہیں))۔

اب روح لے کر جانی ہے فرشتوں کا آپس میں جھگڑا ہو گیا کہ کون سے فرشتے لے کر جائیں گے (سبحان اللہ)، اللہ تعالیٰ آسمان سے ایک فرشتہ نازل کرتا ہے جو فیصلہ کرے گا کہ اب کون سے فرشتے اُس روح کو لے کر جائیں گے، ابھی وہ فرشتہ آسمان سے زمین تک نہیں پہنچا اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا ہے کہ اے اچھے لوگوں کی زمین! تُو قریب ہو جا، اور اے بُرے لوگوں کی زمین! تُو دور ہو جا (دیکھیں اللہ تعالیٰ کا حکم "کن فیکون" ہے زمین بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے چلتی ہے، یہ چھوٹی بڑی بھی فاصلے طے بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتے ہیں سارے) تو زمین جو ہے اچھے لوگوں کی وہ تھوڑی سی قریب ہو گئی۔

اور جو فرشتہ زمین پر نازل ہوا تھا دونوں فرشتوں کے گروہوں میں فیصلہ کرنے کے لیے اُس کو کیا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا؟ کہ جا کر زمین کو ماپو جس زمین کی طرف وہ زیادہ قریب ہے اگر بُرے لوگ ہیں تو پھر وہ فرشتے عذاب کرنے کے لیے لے کر جائیں گے اگر اچھے لوگوں کی زمین کی طرف ہے جن کی طرف وہ اپنا رُخ کر کے گیا ہے تو اُسے پھر رحمت کے فرشتے لے کر جائیں گے۔ جب زمین اُس نے ماپی تو پتہ چلا کہ جو اچھے لوگوں کی زمین ہے جہاں پر اُس نے جانا تھا وہ زیادہ قریب ہے، اور اُسے رحمت کے فرشتے لے گئے۔

سو (100) انسانوں کا قاتل جب سچی توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ زمین کا نقشہ بھی بدل دیتا ہے، زمین کس کے لیے چھوٹی بڑی ہوئی تھی! لیکن سچی توبہ دیکھیں آپ!

جبکہ حدیث میں آیا ہے جیسے آگے بھی بیان کروں گا میں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: انسان اپنے دین میں کشادہ ہوتا ہے جب تک وہ حرام قتل نہیں کرتا، جب وہ کوئی ناجائز حرام قتل کر لیتا ہے اُس کا دین اُس کے لیے تنگ ہو جاتا ہے۔

یعنی (نعوذ باللہ) بڑے خطرے میں ہوتا ہے کہ کہیں دین اسلام سے خارج نہ ہو جائے کفر کا راستہ اختیار نہ کر لے، اتنا دین اُس کے لیے تنگ ہو جاتا ہے اتنا بڑا جرم ہے قتل کرنا! ایک قتل کی بات ہو رہی ہے لیکن توبہ اپنی جگہ پر ہے۔

اب سو (100) شخص کا قاتل سچی توبہ کرتا ہے توبہ کا حق ادا بھی کرتا ہے اور ایک تو فرشتوں کا جھگڑنا، پھر خاص فرشتہ نازل ہونا، پھر زمین کا چھوٹا ہو جانا، یہ سارا کس لیے ہے؟ سچی توبہ۔ اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند ہے سچی توبہ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طریقے سے اپنے اُس پیارے بندے کو یہ سارا کچھ فرشتوں سے کروایا، چاہتا تو اللہ تعالیٰ اُسے ویسے ہی معاف کر دیتا لیکن نہیں! تاکہ ہمیں بھی پتہ چلے کہ گناہ جب انسان سے ہو جاتا ہے (اور ہم سب گناہ گار ہیں گناہ ہم سے ہو جاتے ہیں میرے بھائی ہم معصوم عن الخطاء نہیں ہیں)، اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: کہ آدم کی اولاد ساری کی ساری خطاء کار ہے مگر توبہ کرنے والے جو توبہ کرتے ہیں سب سے اچھے خطاء کار ہیں۔

اور توبہ کا دروازہ کھلا ہے میرے بھائیو! جب تک یہ سانسیں جاری ہیں توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ کب بند ہوتا ہے؟ جب سانس حلقوم تک (حلق تک) پہنچتی ہے، جب اپنی آنکھوں سے انسان دیکھ لیتا ہے یقین آ جاتا ہے اُسے کہ میں دنیا سے جا

رہا ہوں اب آخرت کا سفر شروع ہونے والا ہے فرشتے اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے تو توبہ کا دروازہ بند۔ یا جب سورج مغرب سے نکلے گا تو توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

یہ بہترین موقع ہے ہم سب کے لیے تمام حاضرین وسامعین کے لیے، ہم سب خطاء کار ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمیں سچی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تو یہ دو دلائل ہیں کہ قاتل کی توبہ بھی اللہ تعالیٰ قبول کرتے ہیں۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): کہ یہ معاملہ جب بنی اسرائیل کے تعلق سے تھا (یعنی یہ شخص بنی اسرائیل میں سے تھا) اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر بہت ساری سختیاں کی تھیں اُن کے اپنی اعمال کی وجہ سے "آصاراً وأغلالاً"، اور اس امت کی جب ہم بات کرتے ہیں (امت اسلامیہ کی جب ہم بات کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے رسول کی امت کی جب ہم بات کرتے ہیں) تو اِن کے اوپر سے اللہ تعالیٰ نے ان سختیوں کو اُٹھا دیا ہے تو توبہ اس امت کے حق میں زیادہ آسان ہے کہ نہیں؟ زیادہ آسان ہے۔

پھر ایک اور اشکال پیدا ہوتا ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں:

"فإن قلت" (اگر آپ کہتے ہیں) "ماذا تقول فيما صح عن ابن عباس رضي الله عنهما: أن القاتل ليس له توبة؟" (صحیح بخاری کی روایت میں آیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قاتل کی کوئی توبہ نہیں ہے)۔

اب صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ سے بڑھ کر کون جاننے والا ہے؟! تو اس کا جواب شیخ صاحب فرماتے ہیں: "من أحد الوجهين":

1- پہلے نمبر پر کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس چیز کو یعنی جو سمجھا ہے کہ جس نے جان بوجھ کر عمداً قتل کیا اس کی توبہ نہیں ہے، وہ یہ سمجھتے ہوئے کہ اسے توبہ کی توفیق ہو گی نہیں کیونکہ اس نے قتل کیا ہے اور اگر توبہ کی توفیق نہیں ہو گی تو پھر وہ توبہ بھی نہیں کرے گا اس کا گناہ بھی باقی رہے گا۔

2- اور دوسری بات دوسرا جواب یہ ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مراد جو ہے اس جملے سے "کہ قاتل کی کوئی توبہ نہیں ہے" کہ جس معاملے کا تعلق مقتول سے ہے جو مقتول کا حق ہے وہ ساقط نہیں ہو گا کیونکہ جس نے قتل

عمد کیا (جان بوجھ کر جو قتل کرتا ہے) اُس کے ذمے تین حقوق ہوتے ہیں: (۱) ایک اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ (۲) ایک مقتول کا حق ہے۔ (۳) ایک مقتول کے اولیاء کا حق ہے (جو اُس کے وارث ہیں جو اولیاء ہیں)۔

اللہ تعالیٰ کا جو حق ہے بے شک وہ توبہ سے ختم ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا حق جو ہے وہ توبہ سے ختم ہو جاتا ہے ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا﴾ (الزمر: 53)، بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف کر دیتا ہے جس میں قتل بھی شامل ہے، "وهذه في التائبين" (یہ اُن کے لیے ہے جو توبہ کرتے ہیں)۔

دوسرا جو ہے وہ اولیاء المقتول کا حق ہے، جو رشتے دار ہیں قریبی رشتے دار مقتول کے اُن کا حق ہے یہ تب ساقط ہوتا ہے اگر انسان اپنے آپ کو اُن کے حوالے کر دے اور یہ کہہ دے "کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے میں نے تمہارے قریبی شخص کو جو میں نے قتل کیا ہے تم جو چاہو کرو"۔ یا تو پھر وہ قصاص لیں گے (قتل کا بدلہ قتل سے لیں گے)، ظاہر ہے خود تو نہیں قتل کریں گے) قاضی کے ذریعے عدالت میں جا کر، یا وہ دیت لیں گے، یا تیسرا جو ہے وہ معاف کر دیں گے۔ یہ حق اُن کا ہے فیصلہ انہوں نے کرنا ہے جو بھی فیصلہ کریں گے تو یہ حق بھی ساقط ہو جائے گا۔

تیسرا حق جو ہے مقتول کا حق ہے اور دنیا میں اس کی کوئی خلاصی نہیں ہے وہ تو مر گیا اب کس سے معافی مانگیں گے آپ؟ رشتے داروں نے تو جو بھی کرنا ہے یہ اُن کا حق ہے وہ اپنا حق معاف کر سکتے ہیں اب مقتول جس کو ناجائز قتل کیا گیا ہے وہ تو پھر دامن تھامے گا قیامت کے دن۔

تو توبہ تو کر لی ہے مسئلہ تو یہ ہے کہ قاتل کی توبہ قبول ہوتی ہے کہ نہیں؟

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ قاتل کی توبہ نہیں ہے جبکہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں توبہ تو ہے سو (100) شخص کے قاتل کی توبہ ہوئی کہ نہ ہوئی؟! تو پھر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کس طریقے سے یہ فرمایا کہ قاتل کی توبہ نہیں ہے اس کے دو جوابات ہیں:

1- پہلا جواب کیا ہے؟ کہ قاتل کو عام طور پر توفیق ہوتی نہیں ہے توبہ کرنے کی (عمومی بات ہو رہی ہے) مگر اللہ تعالیٰ خاص کسی پر خاص رحمت کرے تو الگ بات ہے، خطرے میں تو ہے نا یعنی!

تو یہ سخت الفاظ وعید کے الفاظ ہیں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قاتل کی کوئی توبہ نہیں ہے یعنی توبہ کی توفیق اُسے ملے گی نہیں، جب توبہ کی توفیق نہیں ملے گی تو پھر وہ توبہ کرے گا نہیں، جب توبہ نہیں کرے گا پکڑ تو ہو گی اُس کی۔

2-دوسرا جواب جو ہے وہ یہ ہے کہ قاتل کی توبہ اس لیے نہیں ہے کیونکہ مقتول کا حق باقی رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا حق توبہ سے ساقط ہو گیا، اولیاء کا حق توبہ سے ساقط ہو گیا چاہے وہ معاف کریں چاہے اُس سے خون بہالے لیں جسے دیت کہتے ہیں چاہے وہ اُس سے قصاص لے لیں (قتل کا بدلہ قتل سے لے لیں)، تو ختم ہو گیا نا۔ تیسرا مقتول کا جو حق ہے وہ کیسے ساقط ہو سکتا ہے ؟! وہ ساقط نہیں ہو گا۔

تواس کا مطلب ہے کیا قاتل کی توبہ نہیں ہے پھر کیا؟اس کا مطلب کیا ہے شیخ صاحب (رحمہ اللہ) خود پیارا جواب دیتے ہیں، فرماتے ہیں: جو مقتول کا حق ہے وہ واقعی ساقط نہیں ہو گا لیکن اس معاملے میں جو بات ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر وہ سچی توبہ کرلیتا ہے یہ حق بھی (مقتول کا حق بھی) ساقط ہو جاتا ہے۔

وہ کیسے ؟ یہ نہیں کہ اُس کے حق کی کوئی قیمت باقی نہیں رہے گی یا اُس کے حق کو ہدر کیا جا رہا ہے، نہیں! لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے قاتل (یعنی مقتول) کو اتنے خیر سے نوازے گا قیامت کے دن (بلندیٔ درجات، گناہوں کو معاف کرنا) کہ وہ اتنا خوش ہو جائے گا کہ وہ قاتل کو معاف ہی کر دے گا۔

کیونکہ دیکھیں نا مقتول بھی تو انسان ہے اُس سے بھی گناہ ہوئے ہیں، نہیں! ہم سب خطاء کار ہیں۔ اب قیامت کے قیامت کی ہولناکیاں دیکھے گا اور بہت ساری یہ مصیبتیں اور پریشانیاں دیکھے گا، دنیا سے تو وہ چلا گیا (مرنا تو سب نے ہے دنیا میں ہمیشہ کون رہے گا ؟!)، اب اُس کے لیے جب وہ دیکھے گا بلندیٔ درجات، گناہوں کی معافی یہ سب جب دیکھے گا قیامت کے دن تو بہت خوش ہو جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اُسے بھی خوش کرے گا اور وہ قاتل جس نے سچی توبہ کی ہے اللہ تعالیٰ جب یہ اُسے معاف کر دے گا مقتول جو ہے تو اُس کی توبہ بھی اللہ تعالیٰ قبول کر لے گا اور اُس کی پکڑ بھی قیامت کے دن نہیں ہو گی۔

شیخ صاحب (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: کیونکہ "لأن التوبة الخالصة لا تبقي شيئا" (سچی توبہ خالص توبہ جو ہے وہ کچھ باقی چھوڑتی نہیں ہے)، اور اس کی دلیل یہ ہے سورۃ الفرقان کی جو آیات ہم نے بیان کی ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ .....﴾" إلى قوله: ﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ﴾" (الفرقان:70)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اور اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی کی جو صفت ہے صفة الغضب "واللعن وإعداد العذاب"، یہ صفات اس آیت میں جو آیت قتل کے تعلق سے بیان ہوئی ہے اس ایک آیت میں یہ ساری اللہ تعالیٰ کی صفات موجود ہیں، سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾ (النساء:93)۔ تو اس میں اللہ تعالیٰ کا غضب ﴿غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ﴾ اور لعن بھی اور الاعداد العذاب جو ہے یہ ساری صفات اللہ تعالیٰ کی اس آیت میں موجود ہیں۔

اور مسلکی جو ہمیں فائدہ ملتا ہے اس آیت میں وہ یہ ہے کہ کسی مومن کو جان بوجھ کر (عمداً) قتل کرنے سے خبر دار کیا جارہا ہے کہ کسی بھی مومن کا قتل جان بوجھ کر بغیر حق کے نہیں کیا جاتا۔

2-دوسری آیت، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ﴾ إلي آخر الآیۃ (محمد:28)۔ ﴿ذٰلِكَ﴾ سے مراد شیخ صاحب فرماتے ہیں:

"المشار إليه ما سبق" (جو اس سے پہلے بیان ہوا ہے)، اور اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ﴿٢٧﴾ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ..... ﴿٢٨﴾﴾ إلي آخر الآیۃ (محمد:27-28)" یعني: فكيف تكون حالهم في تلك اللحظات إذا توفتهم الملائكة يضربون وجوههم وأدبارهم عند الموت؟" (یعنی ان کی حالت کیسی ہوگی جب فرشتے روح قبض کریں گے اُن کو ماریں گے چہروں پر اور پیٹھوں پر)۔ یہ سب کیوں ہے؟ ﴿ذٰلِكَ﴾ یعنی یہ جو مارنا ہے چہروں پر ضرب دینی ہے اور پیٹھوں پر بھی ﴿بِاَنَّهُمْ﴾ "أي: بسبب" (فاسبب یہ ہے)۔ کس چیز کے سبب یہ سب ہو رہا ہے؟ ﴿اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ﴾ اُس

چیز کی پیروی کی اُس چیز کی اتباع کی جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے جس سے اللہ تعالیٰ کو غصہ اور غضب آتا ہے، تو پھر جب انہوں نے ایسا کیا ہر اُس چیز کی پیروی کی جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا غضب آتا ہے تو پھر (نعوذ باللہ) وہ ہر ایسا عمل چاہے عقیدے کے تعلق سے ہو یا قول یا فعل سے ہر وہ چیز کرتے رہے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

اور جس سے چیز سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اُس کے تعلق سے اُن کی یہ حالت ہے: ﴿وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ﴾ جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں اُس سب کو وہ ناپسند کرتے ہیں اور اس وجہ سے اُن کو یہ سزا دی جارہی ہے کہ فرشتے وفات کے وقت اُن کے چہروں پر اور پیٹھوں پر مارتے رہیں گے۔

اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے "إثبات السخط والرضى" دو اللہ تعالیٰ کی صفات ثابت ہوتی ہیں اس آیت کریمہ میں السُخط یا السَخط بھی کہتے ہیں، اور الرضا یہ دونوں صفات اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے۔

اور صفۃ الرضا کے تعلق سے پہلے بھی شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ ہم بات کر چکے ہیں، اور جو السُخط ہے یا السَخط ہے اس کا معنی بھی غضب کے قریب ہے۔ "غضب" غصے کو بھی سُخط یا سَخط بھی کہا جاتا ہے۔

3- تیسری آیت، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ﴾ إلى آخر الآية (الزخرف:55)، ﴿اٰسَفُوْنَا﴾: "يعني: أغضبونا وأسخطونا"، ایک اور لفظ ہے غضب اور غصے کا "أسِف" یا "آسِف" جو ہے اس کا معنی بھی غضب اور غصے کا ہے۔

﴿فَلَمَّآ﴾: "هنا شرطية"، فلمّا جو ہے یہ شرطیہ ہے اور فعل الشرط اس میں ﴿اٰسَفُوْنَا﴾ ہے، اور جواب جو ہے ﴿انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ﴾۔

اور اس میں ایک ردّ ہے اُن لوگوں کے لیے پیارا ردّ ہے اور بڑا قوی ردّ ہے اُن لوگوں کے لیے جو سَخط اور غضب کو انتقام سے تفسیر کرتے ہیں، یعنی اہل تعطیل جو ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے منکر ہیں جیسا کہ اُشعری وغیرہ ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ "السخط والغضب" (غصے سے مراد انتقام یا ارادۃ الانتقام ہے)۔

یعنی اللہ تعالیٰ غصہ نہیں کرتا (یہ صفات فعلیہ کا انکار کرتے ہیں) کیونکہ غصہ یا غضب تو مخلوق کو آتا ہے تو خالق مخلوق میں تشبیہ آتی ہے اگر ہم اس کو مان لیں اس لیے ہم نہیں مانتے۔

تو معنی کیا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے؟! وہ کہتے ہیں کہ اس کے دو معنی ہیں دونوں میں سے کوئی بھی آپ کر لیں چلے گا لیکن یہ کبھی نہیں چلے گا (اُن کے نزدیک) کہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ کو غصہ آتا ہے یا غضب آتا ہے یا اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے (یہ نہیں ماننے کے لیے وہ تیار)۔ وجہ کیا ہے؟ کہتے ہیں کہ اس سے تشبیہ لازم آتی ہے۔

تو جو تم لوگ کہہ رہے ہو وہ کیسے ہے؟ وہ کہتے ہیں دونوں میں سے ایک چیز ماننی پڑے گی: (۱) یا تو اس سے مراد انتقام ہے ۔(۲) یا مراد ہے "إرادة الإنتقام" یا انتقام کا ارادہ ہے۔

کیونکہ ارادہ ان سات صفات میں شامل ہے جسے اشعری مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کیونکہ ارادے پر عقلی دلیل بھی موجود ہے اور شرعی دلیل بھی موجود ہے اس لیے وہ مانتے ہیں ورنہ وہ جس پر عقل دلالت نہ کرے جس کو عقل نہ مانے چاہے شرعی دلیل موجود ہو تو اس کو وہ تاویل سے کام لے کر اس کا معنی بدل دیتے ہیں۔

الغرض اب انہوں نے کیا کیا غضب کے تعلق سے یا سَخط کے تعلق سے؟

اب اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے ﴿وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ﴾ غضب کا لفظ ہے اور سُخط کا لفظ جیسے اس آیت کریمہ میں ہے اور سُخط کا معنی بھی غضب جیسا ہے، ﴿اٰسَفُوْنَا﴾ بھی یہی معنی ہے، غضب اور غصہ یہ تین مختلف الفاظ ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ کیا فرما رہا ہے قرآن مجید میں؟ یعنی کیا ہمیں پیغام اللہ تعالیٰ دے رہا ہے کہ غصہ آتا ہے کہ نہیں آتا اللہ تعالیٰ کو؟ اور حقیقتاً ہے کہ نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے؟

لیکن اِن لوگوں کو دیکھیں عقل کو جو شریعت پر مقدم کرتے ہیں تو عقل سے ہی مار کھاتے ہیں، تو انہوں نے کہا کہ یا تو اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا انتقام ہے یا "إرادة الإنتقام" انتقام کا ارادہ ہے۔

شیخ صاحب (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: سُخط اور غضب جو ہے یہ انتقام سے الگ چیز ہے۔

انتقام کیا ہے وہ غصے اور غضب کا نتیجہ ہے کہ نہیں؟ یعنی انتقام کوئی شخص کب لیتا ہے بغیر غصے کے کوئی انتقام لیتا ہے؟ انتقام اور چیز ہے غصہ اور غضب اور چیز ہے، آپ غصے میں آتے ہیں پھر انتقام لیتے ہیں نا، تو انتقام غصے کا نتیجہ ہے نا کہ غصہ خود ہے۔ فرق ہے دونوں میں کہ نہیں؟

کیسے ممکن ہے جو کسی چیز کا نتیجہ ہے اسے وہی چیز ہم بنا دیں؟! کوئی عقلمند یہ بات کر سکتا ہے؟! تو عقل کی مار پڑی کہ نہ پڑی؟! تو انتقام اور چیز ہے اور غصہ اور غضب اور چیز ہے۔

جیسے کہ ہم کہتے ہیں کہ ثواب جو ہے (اُجر و ثواب) وہ اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کا نتیجہ ہے یا خود رضامندی ہے؟ نتیجہ ہے نا! اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے پھر اُسے اُجر و ثواب دیتا ہے نا۔

اور اس آیت میں کیا ہے دیکھیں، اس آیت میں: ﴿فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ﴾ (جب انہوں نے غصہ دلایا ہم نے اُن سے انتقام لیا)۔

تو اس آیت میں واضح ہے کہ نہیں؟ انتقام غصہ، غضب کے علاوہ چیز ہے۔ واضح ہے نا قرآن مجید میں؟!

اگرچہ عقلی دلیل بھی کافی ہے اگر یہ نہ بھی ہوتا تب بھی عقلی دلیل کافی ہے کہ غضب کا جو لفظ ہے وہ انتقام سے الگ ہے اس کا معنی بھی الگ ہے۔ انتقام غضب کا نتیجہ ہے لیکن اس آیت میں دیکھیں عقل اس کی دلیل کافی نہیں تھی اُن کے لیے شرعی دلیل پھر آگئی (وہ عقل اور شرع کی بات کرتے ہیں شرعی دلیل بھی آگئی ہے) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں ﴿فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ﴾۔

تو کیا ثابت ہوا؟ کہ غصہ، غضب الگ چیز ہے اور انتقام الگ چیز ہے اور انتقام نتیجہ ہے غصے اور غضب کا۔

پھر شیخ صاحب (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: "وإذا قالوا" اگر وہ یہ کہیں کہ عقل اس چیز کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہے کہ سُخط اور غضب جو ہے اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کیا جائے۔

شیخ صاحب (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: جیسے اللہ تعالیٰ کی صفۃ الرضا کے تعلق سے (راضی ہونے کے تعلق سے) بات کی ہے ویسے ہی یہاں پر بھی بات کرتے ہیں کیونکہ ایک ہی چیز ہے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اور ہم یہ بھی کہتے ہیں شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) کہ عقل نے تو دلالت کی ہے سُخط اور غضب پر کیونکہ مجرموں سے انتقام لینا اور کافروں کو عذاب دینا یہ دلیل ہے غصے اور غضب کی (نہیں؟! سبحان اللہ)، اور یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہے، اللہ تعالیٰ نے اُن کے اوپر غصہ کیا اور غضب اور غصے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُن کو سزا دی۔

اور اس آیت میں سورۃ الزخرف آیت نمبر 55 کو یاد رکھیں ﴿فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ﴾ یہ تمہارے اس یعنی باطل پر واضح ردّ ہے کیونکہ انتقام غضب کے علاوہ ہے اور شرط مشروط کے علاوہ ہے۔

پھر ایک اور مسئلہ ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ ﴿فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا﴾ یہ معنی ہم جانتے ہیں کہ اُسف جو ہے وہ حزن اور ندامت کو بھی کہتے ہیں (پریشانی اور ندامت کو بھی کہتے ہیں) تو کیا (نعوذ باللہ) یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ندامت ہوتی ہے؟ یا پریشانی ہوتی ہے کوئی حزن ہوتا ہے؟ نہیں! نہیں ہو سکتا! وہ کیسے؟ کیونکہ جو اُسف ہے عربی زبان میں اس کے دو معنی ہیں:

1-ایک تو حزن اور غم، پریشانی اور ندامت جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ یوسف میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ﴾ إلي آخر الآية (یوسف:84)۔

کہ کافی غم اور پریشانی میں تھے سیدنا یعقوب علیہ الصلاۃ والسلام اپنے پیارے بیٹے سیدنا یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کی جدائی کی وجہ سے، فرماتے ہیں: ﴿يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ﴾ (میں بہت ہی پریشان ہوں اور غمزدہ ہوں سیدنا یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کی جدائی کی وجہ سے)۔

2-اور دوسرا معنی جو ہے اُسف کا وہ غصے، غضب کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے عربی زبان میں۔

اور اس آیت کریمہ میں ﴿فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ﴾ کون سا معنی مراد ہے پہلا یا دوسرا معنی؟ دوسرا معنی۔ تو اس سے مراد غضب ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے۔

اور اس آیت میں جو اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں صفۃ الغضب اور انتقام بھی یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے ﴿انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ﴾ یہ الگ صفت ہے یہ بھی ثابت ہے، صفۃ الغضب بھی اس میں ثابت ہے تو دو صفات اور بھی اللہ تعالیٰ کی اس آیت میں بیان ہوئی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے۔

اور جو مسلکی فائدہ ہمیں ہوتا ہے عملاً جو فائدہ ہمیں ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں خبردار رہنا چاہیے ہر اُس چیز سے جس سے اللہ تعالیٰ کو غصہ آتا ہے اور اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

ان شاءاللہ اگلے درس میں چوتھی آیت سے بات شروع کریں گے: ﴿وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ﴾ (التوبہ:46)، ایک اور صفت اللہ تعالیٰ کی اس تعلق سے بات کریں گے۔

((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لا إِلهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضیٰ بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (37.العقیدۃ الواسطیۃ) سے لیا گیا ہے۔
سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست نہیں کیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔